غریبوں کی معاشی کفالت میں صحابیات رضی اللہ عنھن کا کردار

The Role of *Sahabiyat* in the Economic Sustenance of the Poor

☆فریحہ خان

☆☆ڈاکٹر ظہور اللہ الازھری

Abstract

Islamic cardinal precepts include seeking benefaction and patronage of other Muslims. Generally, Islamic history is replete with such munificent and generous personages as were ever geared up to serving humanity, yet the golden era of Islamic history excelled in profusion of such noble persons. When we review the aspect of serving mankind in the life history of the reverend *Sahaba* (the holy prophet's disciples), we come to know that they had highly remarkable passions for helping, beneficing, supporting and sustaining their relatives, friends as well as the common run. The level of their charity was so great that they felt felicity and prostrated to Allah in gratitude even after giving away their all possessions and belongings for Allah's sake only. In fact, the motivation behind this generosity was the attainment of pleasing Allah and the obedience and submission to the holy prophet. They had no iota of worldly voracity or avarice. Therefore, they were ever elated over giving away their assets.

☆ ایم فل سکالر، علوم اسلامیہ، منہاج یونیورسٹی، لاہور

☆☆ایسوی ایٹ پروفیسر، شعبہ عربی وعلوم اسلامیہ، دی یونیورسٹی آف لاہور

It is an undeniable fact that the *Sahabiyat* also sacrificed to great extent uniformly with men. They also endeavored practically for the alleviation of poverty with their affluence. This paper presents the practical manifestations of the economic sustainment of the poor by *Sahabiyat.*

اسلام نے خدمتِ خلق کو عبادت کا درجہ دیا ہے۔ غریب اور مجبور انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے تگ و دو کرنا اسلامی تعلیمات کا نمایاں پہلو ہے۔ سیرت طیبہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے کردار و عمل سے خدمت خلق اور انسانی ہمدردی کے اعلیٰ نمونے پیش کرنے کے ساتھ اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تربیت بھی اس نہج پہ فرمائی تھی کہ وہ بھی معاشرہ کے لیے مجسمۂ رحمت و ایثار تھے۔ آپ ﷺ نماز روزہ اور دیگر عبادات کے بارے میں تاکید کے ساتھ ساتھ صحابہ کرام کو دوسرے انسانوں سے بھلائی اور خیر خواہی کی بھی بھرپور تلقین فرماتے تھے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی بعثت کی خبر جب حضرت ابوذر غفاری تک پہنچی تو آپ نے اپنے بھائی کو تحقیقِ احوال کے لیے مکہ مکرمہ بھیجا۔ پس ان کا بھائی آپ ﷺ کی خدمت میں پہنچا اور آپ ﷺ کی باتیں سن کر حضرت ابوذر کی طرف واپس لوٹ گیا اور انہیں بتایا:

رَأَيْتُهُ يَأْمُرُ بِمَكَارِمِ الْأَخْلَاقِ.(1)

"میں نے آپ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ اعلیٰ اخلاق کا حکم دیتے ہیں۔"

مسلمانوں کی خیر خواہی اور بھلائی چاہنا اسلام کی بنیادی تعلیمات میں شامل ہے۔ حضرت جریر ابن عبداللہ فرماتے ہیں:

بَايَعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَلَى إِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ، وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ.(2)

"میں نے رسول اللہ ﷺ سے نماز قائم کرنے، زکواۃ ادا کرنے اور ہر مسلمان کی خیر خواہی پر بیعت کی۔"

آقائے دوجہاں ﷺ نے اپنے محبوب صحابہ کرام کو یہ درس دیا تھا کہ جو شخص کسی بیوہ یا مسکین کی خبر گیری کرتا ہے اس کی حیثیت اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے یا اس شخص کی ہے جو دن کو روزے رکھتا ہے اور

رات کو عبادت کے لیے کھڑا رہتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اَلسَّاعِي عَلَى الْأَرْمَلَةِ وَالْمِسْكِيْنِ كَالْمُجَاهِدِ فِي سَبِيْلِ االلهِ، وَأَحْسِبُهُ قَالَ: وَكَالْقَائِمِ لَا يَفْتُرُ، وَكَالصَّائِمِ لَا يُفْطِرُ. (3)

"بیوہ عورت اور مسکین کے (کاموں) کے لیے کوشش کرنے والا راہِ خدا میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے (راوی کہتے ہیں:) میرا خیال ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: وہ اُس قیام کرنے والے کی طرح ہے جو تھکتا نہیں اور اُس روزہ دار کی طرح ہے جو مسلسل روزے رکھتا ہے۔"

کسی مسلمان بھائی کی غیر موجودگی میں اس کے گھر بار اور اہل خانہ کی خبر گیری کرنا باعث اجر عمل ہے۔ حضرت زید بن خالد جہنی بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فِي سَبِيلِ االلهِ فَقَدْ غَزَا وَمَنْ خَلَفَهُ فِي أَهلِهِ بِخَيْرٍ فَقَدْ غَزَا. (4)

"جس شخص نے اللہ تعالی کے راستہ میں جہاد کرنے والے کسی غازی کا سامان تیار کیا وہ گویا جہاد میں شریک ہوا جس نے مجاہد کے جانے کے بعد اس کے گھر والوں کی خبر گیری کی وہ جہاد میں شامل ہوا۔"

حضرت عبد اللہ بن سلا بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کی مدینہ منورہ تشریف آوری ہوئی تو میں بھی آپ ﷺ کی زیارت کی غرض سے حاضر ہوا۔ پہلا ارشاد جو رسول اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے میں نے سنا وہ یہ تھا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَفْشُوا السَّلَامَ وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَصِلُوا الْأَرْحَامَ وَصَلُّوا بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ. (5)

لوگو! سلام کا رواج ڈالو (کثرت سے ایک دوسرے کو سلام کرو)، کھانا کھلایا کرو اور صلہ رحمی کیا کرو، نماز پڑھو جبکہ لوگ سوئے ہوئے ہوں۔ (ان امور کی بدولت تم) سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہوگے۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا: اسلام کا کون سا عمل بہتر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

تُطْعِمُ الطَّعَامَ، وَتَقْرَأُ السَّلَامَ عَلٰى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ. (6)

"تم کھانا کھلاؤ اور ہر ایک کو سلام کرو خواہ تم اسے جانتے ہو یا نہ جانتے ہو۔"

حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أَيُّمَا مُؤْمِنٍ أَطْعَمَ مُؤْمِنًا عَلٰى جُوْعٍ أَطْعَمَهُ االله يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ ثِمَارِ الْجَنَّةِ، وَأَيُّمَا مُؤْمِنٍ سَقٰى مُؤْمِنًا عَلٰى ظَمَأٍ سَقَاهُ االله يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنَ الرَّحِيْقِ الْمَخْتُوْمِ، وَأَيُّمَا مُؤْمِنٍ كَسَا مُؤْمِنًا عَلٰى عُرْيٍ، كَسَاهُ االله مِنْ خُضْرِ الْجَنَّةِ. (7)

''جو مومن کسی دوسرے مومن کو بھوک کی حالت میں کھانا کھلائے گا، اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن جنت کے پھلوں میں سے کھلائے گا۔ جو مومن کسی دوسرے مومن کو پیاس کی حالت میں پانی پلائے گا، اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن رحیق مختوم (سر بہ مہر شرابِ طہور) پلائے گا، اور جو مومن کسی برہنہ مومن کو لباس پہنائے گا تو اللہ تعالیٰ اسے جنت کا سبز لباس پہنائے گا۔''

مندرجہ بالا ارشادات نبوی ﷺ سے واضح ہوا کہ اسلام رفاہ و فلاح عامہ اور خدمت خلق کا دین ہے۔ دین اسلام مسلمانوں کو ہر معاملے میں خدمت خلق اور رفاہ عامہ کی ترغیب و تلقین کرتا ہے۔

صحابہ کرام کے خدمت خلق کے عملی مظاہر

یوں تو اسلام کے آغاز سے لے کر اب تک ہر دور میں خدمت خلق کے جذبہ سے سرشار بندگان خدا موجود رہے مگر خیر القرون میں ایسے افراد کی تعداد زیادہ ہوتی تھی۔ صحابہ کرام کی سیرت کا خدمت خلق کے پہلو کے اعتبار سے مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے اندر انفاق و اکرام کرنے، عطایا و ہدایا دینے اور اپنے دوست واحباب اور عامۃ المسلمین کو نوازنے کے حیران کن جذبات پائے جاتے تھے۔ صحابہ کرام کے جود و سخا کا یہ عالم تھا کہ بعض اوقات وہ اپنا تمام مال و اسباب راہ خدا میں لوٹا کر بھی بجائے پریشانی کے خوش ہوتے تھے اور سجدہ شکر بجالاتے تھے۔ دراصل ان کا مقصد اللہ کی رضا و خوشنودی کا حصول اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت و فرمان برداری تھا۔ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کرتے ہوئے کوئی دنیاوی طمع اور لالچ نہیں رکھتے تھے اس وہ وجہ سے وہ مال لٹانے پر بھی اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتے تھے۔ ان کے اس صفت کے بارے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَيُطۡعِمُونَ ٱلطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِۦ مِسۡكِينٗا وَيَتِيمٗا وَأَسِيرًا ۝ إِنَّمَا نُطۡعِمُكُمۡ لِوَجۡهِ ٱللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمۡ جَزَآءٗ وَلَا

شُكُورًا﴾(8)

"اور (اپنا) کھانااللہ کی محبت میں (خوداس کی طلب وحاجت ہونے کے باوُجودایثاراً) محتاج کواور یتیم کواور قیدی کو کھلا دیتے ہیں) اور کہتے ہیں کہ) ہم تو محض اللہ کی رضا کے لیے تمہیں کھلا رہے ہیں، نہ تم سے کسی بدلہ کے خواستگار ہیں اور نہ شکر گزاری کے (خواہشمند) ہیں۔"

اس طرح کے دیگر ارشادات الٰہی کے علاوہ صحابہ کرام کے پیش نظر آپ کے وہ ارشادات گرامی بھی تھے جن میں آپ ﷺ نے غرباءو مساکین اور معاشرے کے دیگر طبقات کے حقوق بیان فرمائے ہیں۔خدمت خلق کے حوالے سے آپ ﷺ کے ارشادات مبارکہ کو صحابہ کرام نے کس طرح حرز جاں بنایا اس بارے میں نہایت ایمان افروز واقعات کتب تاریخ وسیر میں موجود ہیں۔اس معاملے میں صحابہ کرام ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش میں رہتے تھے۔ذیل میں صحابہ کرام ﷺ کے خدمت خلق کے چند عملی مظاہر بیان کیے جائیں گے۔

صحابیات رضي الله عنهن کے رفاہ عامہ اور خدمت خلق کے عملی مظاہر

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ مردوں کی شانہ بشانہ خواتین صحابیات نے بھی دین کے لیے بڑی قربانیاں دیں۔اس کے لیے اُنھوں نے قریب ترین تعلقات اور رشتوں کی بھی پرواہ نہ کی۔خاندان اور قبیلہ سے جنگ مول لی۔مصیبتوں کو برداشت کیا۔گھر بار چھوڑا۔ غرض یہ کہ مفادِدین سے اُن کا جو بھی مفاد ٹکرایا، اُسے ٹھکرانے میں اُنہوں نے کوئی تامل اور پس و پیش نہیں کیا اور آخری وقت تک اپنے ربّ سے وفاداری کا جو عہد کیا تھا،اس کی مکمل پاسداری کی۔ذیل میں صحابیات کے رفاہ عامہ کے فروغ کے سلسلہ میں غریبوں کی معاشی کفالت کے عملی مظاہر کا تذکرہ کروں گی۔

ا۔ام المؤمنین حضرت خدیجۃالکبری کی خدمات

ام المؤمنین حضرت خدیجۃالکبری رسول اللہ ﷺ کے عقد نکاح میں آنے والی پہلی خوش بخت خاتون تھیں۔آپ ﷺ نے پچیس برس کی عمر میں مکہ مکرمہ میں حضرت خدیجہ سے عقد فرمایا تھا۔ سیدہ خدیجہ کے والد

کا نام خویلد اور والدہ کا نام فاطمہ تھا۔انہوں نے چالیس برس کی عمر میں حرم نبوت میں داخل ہو کر ام المؤمنین کا شرف حاصل کیا۔ پاکیزہ اخلاق کی بدولت طاہرہ کے لقب سے مشہور تھیں۔ جب حضور نبی اکرم ﷺ نے بعثت مبارکہ کا اعلان فرمایا تو نبوت کی تصدیق کے ساتھ ساتھ سب سے پہلے اسلام لانے کی سعادت انہوں نے ہی حاصل کی۔ حضرت خدیجۃالکبری حضور ﷺ کے نکاح میں آنے کے بعد پچیس سال زندہ رہیں اور نبوت کے دسویں سال انتقال کیا۔[9]

حضرت خدیجۃالکبری اسلام کی اولین مددگار خاتوں تھیں،انہوں نے آغاز اسلام سے ہی آپ ﷺ کی ڈھارس باندھی۔ابن اسحاق نے لکھا ہے:

وكانت (خديجة) له وزير صدق على الإسلام يشكو إليها. [10]

''حضرت خدیجہ حضور نبی اکرم ﷺ کے لیے تبلیغ اسلام میں سچی مددگار تھیں آپ ﷺ ان سے مشاورت کیا کرتے تھے۔ ''

عصر حاضر کے ایک خوبصورت لکھاری ام المونین حضرت خدیجۃالکبری کی سخاوت وخدمت اور محتاجوں پر خرچ کرنے کی روایات کا ماحصل اس طرح بیان کیا ہے۔

ام المؤمنین حضرت خدیجۃالکبری کو اسلام کی وسعت پذیری سے بے حد محبت تھی وہ اپنے غیر مسلم عزیز و اقارب کے طعن و تشنیع کی پرواہ کیے بغیر اپنے آپ کو تبلیغ حق میں رسول اللہ ﷺ کا دست و بازو ثابت کر رہی تھیں۔ حضرت خدیجۃالکبری نے اپنا تمام مال اسلام اور علم کو پھیلانے کے لیے خرچ کر دیا اور اپنی ساری دولت بیواؤں، یتیموں کے لیے وقف کر دی۔ گویا حضرت خدیجہ الکبری نے علم کی اشاعت کے لیے مالی قربانی دی۔[11]

رازق الخمیس لکھتے ہیں:

اور سب سے زیادہ تقویت اسلام کی اشاعت کو جس ہستی سے پہنچی وہ حضرت خدیجہ ہی تھیں انہوں نے نہ صرف اسلام قبول کیا بلکہ اسلام سے اتنی محبت تھی کہ چاہتی تھیں کہ اسلام پھیلے اس کے لیے آپ نے حضور ﷺ کا بھرپور ساتھ دیا۔اسی وجہ سے قریش کی کئی معزز خواتین نے انہی کی ترغیب سے اسلام قبول کیا۔[12]

ام المؤمنین حضرت خدیجہ نے حضور نبی اکرم ﷺ کی رضاعی والدہ حضرت حلیمہ سعدیہ اور ان کے پورے قبیلے کی خشک سالی کے دوران بھرپور مالی امداد فرمائی۔ ابن سعد بیان کرتے ہیں کہ حلیمہ بنت عبد اللہ (ایک مرتبہ) رسول اللہ ﷺ کے پاس مکہ مکرمہ پہنچیں، یہ وہ زمانہ تھا کہ رسول اللہ حضرت خدیجۃ الکبری سے نکاح کر چکے۔تھے۔ حضرت حلیمہ سعدیہ نے حضور نبی اکرم ﷺ خشک سالی، گرانی اور مویشیوں کے ہلاک ہو جانے کی شکایت کی۔

فَكَلَّمَ رَسُولُ االلهِ aخَدِيجَةَ فِيها، فَأَعْطَتْها أَرْبَعِينَ شَاةً وَبَعِيرًا مَوَقَّعًا لِلظَّعِينَة وَانْصَرَفَتْ إِلَى أَهلِهَا. (13)

حضور نبی اکرم ﷺ نے ام المؤمنین سیدہ خدیجہ سے اس بارے گفتگو کی تو انہوں نے حضرت حلیمہ سعدیہ کو ذاتی مال میں سے چالیس بکریاں دیں اور سواری کے لیے اونٹ بھی عنایت کیا جو سامان و متاع سے لدا ہوا تھا۔ حلیمہ سعدیہ یہ سب کچھ لے کر اپنے خاندان میں لوٹ آئیں۔"

عصر حاضر میں جہاں کہیں قدرتی آفات آتی ہیں یا قحط سالی آجاتی ہے تو ملک بھر سے رفاہی و فلاحی کام کرنے والی تنظیمات اپنا حصہ ڈالتے ہیں۔ یہ ڈیڑھ ہزار سال پہلے ایک مسلمان خاتون کا کردار تھا کہ انہوں نے مصیبت زدہ خاندان کی مدد کے لیے رفاہی کردار ادا کیا۔

حضرت خدیجہ کی ذات جذبہ ایثار و قربانی اور مال و دولت سے بے نیازی اور شان استغنی کا مظہر تھی انہوں نے دل و جان سے اپنے آپ کو اور اپنی تمام دولت کو اسلام کے فروغ کے لیے وقف کر دیا تھا وہ ہر ابتلا و آزمائش میں آپ ﷺ کا ساتھ دیتی رہیں۔ اس ضمن میں ایک روایت میں آپ ﷺ کا فرمان ہے:

وَأَشْرَكَتْنِيْ فِيْ مَالِهَا. (14)

"سیدہ خدیجہ نے مجھے اپنی مال و دولت میں حصہ دار بنایا۔"

عصر حاضر میں عالم اسلام کی عظیم شخصیت شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے لکھا ہے:

"مقاطعہ شعب ابی طالب میں حجاز کی رئیسہ مکہ کی مقدس خاتون اور سید الانبیاء ﷺ کی رفیقہ حیات سیدہ خدیجۃ الکبری بھی فاقوں کا شکار ہو گئیں، دھن دولت جاتا رہا معاشی حالات بھی دگر گوں ہو گئے اور قیدیوں جیسی زندگی گزارنا پڑی لیکن وفاداری، خدمت گزاری، حوصلہ افزائی اور جانثاری میں کسی قسم کی کمی نہ آئی، نہ شکوہ و

شکایت کے الفاظ زبان پر آئے بلکہ صبر و شکر سے دن گزرتے رہے۔ سیدہ خدیجہ نے اپنا سرمایہ تھوڑا تھوڑا کر کے حاجت مندوں میں تقسیم کر دیا تھا اور اب رفتہ رفتہ ان کا سارا اثاثہ ختم ہو رہا تھا ان حالات میں سیدہ خدیجہ کے بھتیجے حکیم بن حزام اکثر اوقات خفیہ طور پر اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ تک غلہ پہنچایا کرتے مگر ایک دن جب ابو جہل نے انہیں عین موقع پر دیکھ لیا تو ان کا راستہ روک کر کھڑا ہو گیا اور بڑے طیش میں آکر بولا تم بنی ہاشم کے لیے غلہ لے جا رہے ہو حالانکہ قوم کا متفقہ فیصلہ یہ ہے کہ ان لوگوں سے کسی قسم کی نرمی نہ برتی جائے۔ تم نے پوری قوم کو دھوکا دیا ہے اور یوں قومی فیصلے کی خلاف ورزی کی ہے اب میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا جب تک کہ مکہ میں رسوا نہ کر دوں۔ حکیم بن حزام نے نہایت سکون سے کہا میں اپنی پھوپھی سیدہ خدیجہ کے لیے غلہ لے جا رہا ہوں اور مجھے اس کا حق پہنچتا ہے کہ میں ان کی خدمت کروں آخر صلہ رحمی سے تم مجھے کس طرح روک سکتے ہو۔ ابو جہل نے بکنا شروع کر دیا لیکن اسی اثناء میں ابوالبختری بن ہشام جو بنی اسد بن عبد العزی بن کسی میں سے تھا اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہ کا قریبی رشتہ دار تھا وہاں آ پہنچا اس نے جب ابو جہل کو بکتے سنا تو پوچھا: کیا بات ہے تم زور زور سے چیخ رہے ہو۔ ابو جہل، نے کہا دیکھو یہ بنی ہاشم کے لیے غلہ لے جا رہا ہے جبکہ پوری قوم ان کا مقاطعہ کر چکی ہے، ابوالبختری نے کہا "اسے چھوڑ دو یہ اس کی پھوپھی کا غلہ ہے جو ان کے پاس لے جا رہا ہے، کیا تو ان چیزوں کو بھی ان کے پاس جانے سے روکتا ہے جو ان کی اپنی ہیں۔"[15]

حضرت خدیجہ کے ایثار کا عالم یہ تھا کہ انہوں نے حضور ﷺ سے عرض کیا: میرے آقا! اس مال و دولت کے مالک آپ ہیں جس طرح چاہیں تصرف فرمائیں۔ میرا اس میں کوئی عمل دخل نہیں چنانچہ تاریخ گواہ ہے کہ یہی مال بعثت کے بعد نصرت اسلام کا سبب بنا اور حضور ﷺ معاشی فکر سے آزاد ہو کر دعوت دین کا فریضہ نبھاتے رہے۔

۲۔ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ کا غریبوں کی معاشی کفالت کا عملی مظاہرہ

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ امیر المؤمنین سیدنا ابو بکر صدیق کی صاحبزادی تھیں۔ ان کا لقب صدیقہ اور کنیت ام عبداللہ تھی۔ حضور ﷺ نے سن نبوی میں حضرت عائشہ صدیقہ سے نکاح کیا اور سن ایک ہجری

میں ان کی رخصتی ہوئی۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے وصال مبارک کے بعد سال بقید حیات رہیں اور حضرت معاویہ کے دور حکومت میں وصال فرمایا۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ کو علمی اعتبار سے عورتوں میں سب سے زیادہ فقیہہ اور صاحب علم ہونے کی بناءپر بعض صحابہ کرام پر بھی فوقیت حاصل تھی۔ آپ فتوی بھی دیتی تھیں اور بے شمار احادیث ان سے مروی ہیں۔ خطابت کا ملکہ بھی تھا۔ غریبوں اور محتاجوں کی رفاہ کے لیے آپ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ آپ کے ہاں جب بھی مال و دولت آئی تو انہوں نے سب سے پہلے غریبوں کی کفالت کی۔ آپ کی سخاوت اور فیاضی کے بارے چند عملی نمونے درج ذیل ہیں۔

حضرت عروہ بن زبیر بیان کرتے ہیں:

كَانَتْ عَائِشَةُلَا تُمْسِكُ شَيْئًا مِمَّا جَاءَ ها مِنْ رِزْقِ االلهِ تَعَالَى إِلَّا تَصَدَّقَتْ بِهِ. [16]

"ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ ان کے پاس اللہ کے رزق میں سے جو بھی چیز آتی وہ اسے اپنے پاس جمع نہیں کرتی تھیں بلکہ اسی وقت راہ خدا میں لٹا دیتیں۔"

مندرجہ بالا روایت یہ بھی ہے کہ حضرت عروہ بن زبیر نے کہا کہ آپ کے ہاتھوں کو روک دینا چاہیے۔ ام المؤمنین نے فرمایا: کیا تو میرے ہاتھوں کو روکتا ہے؟ اور نذر مانی کہ اس سے کبھی کلام نہیں کروں گی تو انہوں نے قریش کے چند لوگوں سے خاص کہ حضور کے ننھیالیوں سے سفارش کرائی۔[17]

تو گویا آپ نے کسی ایسی بات و مشورہ کو پسند نہ فرمایا جو لوگوں کی بھلائی کے کاموں اور رفاہ عامہ میں رکاوٹ ہو۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ کے جذبہ سخاوت کا یہ عالم تھا کہ جب مال راہ خدا میں لٹانے پہ آتیں تو گھر والوں کے لیے بھی کچھ بچا کر نہ رکھتیں۔ حضرت ام ذرہ، جو کہ حضرت عائشہ کی خادمہ تھیں، بیان کرتی ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن زبیر نے دو تھیلوں میں آپ کو اسی ہزار یا ایک لاکھ کی مالیت کا مال بھیجا، آپ نے (مال رکھنے کے لیے) ایک تھال منگوایا اور آپ اس دن روزے سے تھیں، آپ وہ مال لوگوں میں تقسیم کرنے کے لیے بیٹھ گئیں، پس شام تک اس مال میں سے آپ کے پاس ایک درہم بھی نہ بچا، جب شام ہو گئی تو آپ نے فرمایا: اے

لڑکی! میرے لیے افطار کے لیے کچھ لاؤ، وہ لڑکی ایک روٹی اور تھوڑا سا گھی لے کر حاضر ہوئی، پس ام ذرہ نے عرض کیا: کیا آپ نے جو مال آج تقسیم کیا ہے اس میں سے ہمارے لیے ایک درہم کا گوشت نہیں خرید سکتی تھیں جس سے آج ہم افطار کرتے، حضرت عائشہ نے فرمایا:

لاَ تُعَنِّفِيْنِي، لَوْ كُنْتِ ذَكَّرْتِيْنِي لَفَعَلْتُ۔ (18)

''اب میرے ساتھ اس لہجے میں بات نہ کرا گر اس وقت (جب میں مال تقسیم کر رہی تھی) تو نے مجھے یاد کرایا ہوتا تو شاید میں ایسا کر لیتی۔''

حضرت عبداللہ بن زبیر بیان کرتے ہیں۔

مَا رَأَيْتُ امْرَأَ تَيْنِ أَجْوَدَ مِنْ عَائشةَ وَأَسْمَاء۔ (19)

''میں نے حضرت عائشہ اور حضرت اسماء سے بڑھ کر سخاوت کرنے والی کوئی عورت نہیں دیکھی۔''

ایک مرتبہ حضرت معاویہ نے ان کی خدمت میں ایک لاکھ درہم بھیجے تو شام ہوتے تک آپ نے سب غریبوں اور محتاجوں میں تقسیم کر دیئے اور اپنے لیے کچھ نہ رکھا۔ حضرت عطاء بیان کرتے ہیں:

بَعَثَ مُعَاوِيةُ إِلَى عَائِشةَ j بِطَوْقٍ مِنْ ذَهَبٍ فِيهِ جَوْهرٌ قُوِّمَ بِمِائةِ أَلْفٍ، فَقَسَّمَته بَيْنَ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ (20)

''حضرت معاویہ نے حضرت عائشہ کو سونے کا ہار بھیجا جس میں ایک ایسا جوہر لگا ہوا تھا جس کی قیمت ایک لاکھ درہم تھی، پس آپ نے وہ قیمتی ہار تمام امہات المومنین میں تقسیم فرما دیا۔''

غرباء کے بچوں کی کفالت و پرورش میں حضرت عائشہ کا رفاہی کردار

اسلام نے زندگی گزارنے کے ہر زریں اصول کو متعارف کروایا خواہ وہ چھوٹا ہی کیوں نہ ہو اور معاشرے کو خوشحالی کی طرف گامزن کرنے کے لیے امرء کی توجہ غرباء کی طرف مبذول کروائی اور اس کا اسوہ رسول اکرم ﷺ نے عید کے موقع ہر دو یتیم بچوں کی کفالت کا ذمہ قبول کر کے پیش کیا۔ یہی وجہ ہے کہ قرون اولی میں صحابہ کرام اور صحابیات نے غربا کی اس قدر معاشی کفالت کی اور یتیموں کی پرورش کا ایسا حق ادا کیا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دور میں خوشحالی کا یہ عالم تھا کہ لوگوں کو ڈھونڈنے سے بھی ایسا شخص نہیں ملتا تھا کہ جس کو

وہ صدقہ و خیرات یا زکوۃ دے سکیں۔ چونکہ ہم یہاں خواتین کے کردار پر بحث کر رہے ہیں لہذا ذیل میں غریبوں کی پرورش کے حوالے سے چند مثالیں درج ہیں۔

حضرت عائشہ نے ایک انصاری لڑکی کی پرورش کی تھی جب اس کی شادی ہونے لگی تو آپ ﷺ تشریف لائے دیکھا کہ یہ رسم نہایت سادگی سے انجام دی جارہی ہے تو فرمایا:

يَا عَائِشَةُ: هَلْ غَنَّيْتُمْ عَلَيْهَا ؟ أَوَلا تُغَنُّونَ عَلَيْهَا ؟ "ثُمَّ قَالَ: "إِنَّ هَذَا الْحَيَّ مِنَ الأَنْصَارِ يُحِبُّونَ الْغِنَاءَ [21]

اے عائشہ! شادی کے لیے گیت وغیرہ کا انتظام کیوں نہیں کیا؟ پھر فرمایا: یہ انصاری لوگ غنا کو پسند کرتے ہیں۔

اس حدیث مبارکہ سے واضح ہوتا ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ نے نہ صرف ایک غریب بچی کی پرورش فرمائی بلکہ اس کی شادی بھی خود سرانجام دی۔

۔ام المؤمنین حضرت سودہ ؓ کا غریبوں کی معاشی کفالت کا عملی مظاہرہ

حضور نبی اکرم ﷺ نے ام المؤمنین حضرت خدیجہ کے انتقال کے بعد حضرت سودہ بنت زمعہ سے شادی کی۔[22]

ام المؤمنین حضرت سودہ بنت زمعہ کا تعلق قریش کے ایک قبیلے عامر بن لوی سے تھا۔ ان کی پہلی شادی سکران بن عمرو سے ہوئی تھی جن کا انتقال ہو گیا تو ، رمضان (بعض روایات میں شوال) سن ، نبوی میں حضور ﷺ کے نکاح میں آئیں اور حضرت عمر فاروق کے دور خلافت میں وصال فرمایا۔[23]

سخاوت ودریادلی

سخاوت و فیاضی ام المؤمنین حضرت سودہ بنت زمعہ کے اوصاف کے نمایاں پہلو تھے۔ حضرت سودہ کی طبیعت میں شروع سے دنیا سے دوری کی صفت موجود تھی، دنیا کی محبت سے دل بالکل پاک تھا۔ رسول اللہ ﷺ کی صحبت و تربیت نے اس پر سونے پہ سہاگہ کا کام کیا۔ آپ ﷺ کی تربیت نے آپ کو سخاوت و فیاضی کے اس مرتبہ تک پہنچایا جو بہت کم کسی کو ملتا ہے۔ آپ کی ساری زندگی غریب پروری، دریادلی، فیاضی، سخاوت اور شان

استغنا کی غماز تھی۔

ایک مرتبہ امیر المؤمنین سیدنا عمر بن خطاب نے دراہم سے بھری ہوئی ایک تھیلی سیدہ سودہ کی خدمت میں بھیجی، آپ نے پوچھا اس میں کیا ہے؟ بتایا گیا کہ اس میں دراہم ہیں۔اس پر آپ نے فرمایا:

فِي الْغَرَارَةِ مِثْلُ التَّمرِ (24)

"کھجور کی طرح تھیلی میں درہم بھیجے جاتے ہیں۔"

یعنی تھیلی تو کھجوروں کی ہے اور اس میں دراہم ہیں۔ یہ کہا اور اسی وقت تمام دراہم ضرورت مندوں میں کھجوروں کی طرح تقسیم فرمادیے۔اس سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت سودہ اپنے مال و دولت کو وہ رفاہ عامہ کے کاموں میں بے دریغ خرچ کر کے نہایت مسرت اور خوشی کا اظہار کرتی تھیں۔

۔ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش

ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش کا نام زینب اور کنیت ام الحکم تھی۔ والد کا نام جحش بن رباب اور والدہ کا نام امیمہ تھا جو حضور ﷺ کی پھوپھی تھیں۔اس طرح حضرت زینب حضور اکرم ﷺ کی پھوپھی زاد تھیں۔ آپ کی دو بیوہ بھابھیاں بھی ازواج مطہرات میں شامل تھیں۔(ام حبیبہ جو عبید اللہ بن جحش کی بیوہ تھیں اور زینب بنت خزیمہ جو عبد اللہ بن جحش کی بیوہ تھیں۔)

حضرت زینب کا پہلا نکاح حضرت زید بن حارثہ سے ہوا جو آپ ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے۔دونوں کے تعلقات خوشگوار نہ رہ سکے اور حضرت زید بن حارثہ نے طلاق دے دی اور وحی الٰہی کے مطابق آپ ﷺ نے حضرت زینب سے نکاح کیا۔ان کی اس خصوصیت میں کوئی اور زوجہ محترمہ شریک نہ تھیں۔

ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش کو اللہ تبارک و تعالیٰ کی رحمت و عنایت پر بے پناہ بھروسہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ شادی کے سلسلے میں بھی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع و بھروسہ کیا تھا۔ خشیت الٰہی سے لرزاں و ترساں رہتی تھیں کہ کہیں کوئی قول و فعل اللہ کی رضا کے خلاف نہ ہو جائے۔

رسول اکرم ﷺ کی محبت کے جذبے سے بھی سرشار تھیں اس بات پر کامل یقین تھا کہ رشد وہدایت، رضائے الٰہی اور اخروی انعامات کا واحد ذریعہ محبوب رب العالمین ﷺ کی محبت ہے اور جس دل میں رسول اللہ ﷺ کی محبت و عشق نہیں وہ دل ویران ہے اور شیطان کی آماجگاہ ہے، اللہ تعالیٰ سے دور ہے، قابل نفرت ہے۔[25]

حضرت زینب بنت جحش سب سے زیادہ دین دار، زیادہ پرہیزگار، زیادہ راست گفتار، زیادہ فیاض، مخیر اور اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی میں زیادہ سرگرم تھیں۔[26]

حضرت عائشہ فرماتی ہیں:

وَلَمْ أَرَ امْرَأَةً قَطُّ خَيْرًا فِي الدِّينِ مِنْ زَيْنَبَ وَأَتْقَى لِلَّهِ وَأَصْدَقَ حَدِيثًا وَأَوْصَلَ لِلرَّحِمِ وَأَعْظَمَ صَدَقَةً وَأَشَدَّ ابْتِذَالًا لِنَفْسِهَا فِي الْعَمَلِ الَّذِي تَصَدَّقُ بِهِ وَتَقَرَّبُ بِهِ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى مَا عَدَا سَوْرَةً مِنْ حِدَّةٍ كَانَتْ فِيهَا تُسْرِعُ مِنْهَا الْفَيْئَةَ. [27]

''میں نے حضرت زینب سے زیادہ دیندار، اللہ سے ڈرنے والی، صادق القول، صلہ رحم کرنے والی، صدقہ و خیرات کرنے والی کوئی عورت نہیں دیکھی، اور نہ ان سے زیادہ تواضع کرنے والی اور اپنے اعمال کو کم سمجھنے والی کوئی عورت دیکھی، البتہ وہ زبان کی تیز تھیں لیکن اس سے بھی وہ بہت جلد رجوع کر لیتی تھیں۔''

سخاوت و فیاضی اور انفاق فی سبیل اللہ حضرت زینب بنت جحش کا طرہ امتیاز تھا اس لحاظ سے وہ یتیموں، بیواؤں، فقراء و مساکین کی پناہ گاہ تھیں۔ حضرت عثمان الجحشي بیان کرتے ہیں:

ما تركت زينب بنت جحش دينارا ولا درهما كانت تتصدق بكل ما قدر عليه وكانت مأوى المساكين. [28]

''حضرت زینب بنت جحش نے اپنے ترکہ میں درہم اور دینار میں سے کوئی چیز نہیں چھوڑی تھی۔ آپ کے پاس جس قدر مال آتا سب اللہ تعالیٰ کی راہ میں خیرات کر دیتیں اور آپ مساکین کی پناہ گاہ تھیں۔''

ابن کثیر میں ہے: وكانت كثيرة الخير والصدقة. [29]

''ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش بہت زیادہ خیرات و صدقات کرنے والی تھیں۔''

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی ازواج حضور نبی اکرم ﷺ

کے پاس اکٹھی ہوئیں، ہم نے دریافت کیا آپ کو کونسی بیوی پہلے ملے گی، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: أَطْوَلُكُنَّ يَدًا. (30)

''(تم میں سے وہ مجھے جلد ملے گی) جس کا ہاتھ سب سے زیادہ لمبا ہوگا۔''

یہ الفاظ مبارک سنے تو سب امہات المومنین رضی اللہ عنہن اپنے ہاتھ کی لمبائی دیکھا کرتی تھیں لیکن اس سے مراد سخاوت وانفاق فی سبیل اللہ تھا اور اس میں حضرت زینب بہت آگے تھیں لہذا ہاتھ انہیں کے دراز تھے حضور اکرم ﷺ کی پیشگوئی کا مصداق حضرت سیدہ زینب ثابت ہوئیں اور سرور کونین ﷺ کے وصال مبارک کے بعد حضرت زینب کا ہی سب سے پہلے انتقال ہوا تھا۔

حضرت زینب قانع اور فیاض طبع تھیں اور اپنے دست و بازو سے معاش کمانے کا انتظام کرتی تھیں اور اس کو خدا کی راہ میں لٹا دیتی تھیں۔ ابن عبد البر نے لکھا ہے:

وكانت امرأة صناع اليد، تعمل بيدها وتتصدقها في سبيل الله. (31)

''ام المؤمنین حضرت زینب امور دستکاری میں ماہر تھیں خود اپنے ہاتھوں سے کماتیں اور راہ خدا میں صرف کر دیتیں۔''

ایک دفعہ حضرت زینب کو حضرت عمر فاروق نے نفقہ بھیجا تو انہوں نے اس پر کپڑا ڈال دیا اور حضرت برزۃ بنت رافع کو حکم دیا کہ میرے خاندانی رشتہ داروں اور یتیموں میں تقسیم کردو۔ حضرت برزہ نے عرض کیا تو پھر ہمارا بھی کچھ حق ہے؟ انہوں نے کہا: کپڑے کے نیچے جو کچھ ہے وہ تمہارا ہے دیکھا تو پچاسی درہم نکلے، جب تمام مال تقسیم ہو چکا تو دعا کی:

اللهم لا يدركني عطاء لعمر بعد عامي هذا. (32)

''اے اللہ! اس سال کے بعد میں عمر کے عطیہ سے فائدہ نہ اٹھاؤں۔''

چنانچہ آپ دعا قبول ہوئی اور وہ اسی سال انتقال فرما گئیں۔

اس روایت سے حضرت زینب ﷺ کی فیاضی اور خودداری کا اندازہ ہوتا ہے کہ سخت حالات میں بھی

حضرت عمر فاروق کے عطیہ سے فائدہ نہ اٹھایا بلکہ جذبہ رفاہ عامہ کے تحت محتاج قرابت داروں میں تقسیم کر دیا۔ عصر حاضر میں اسی جذبہ ایثار اور خودداری کی ضرورت ہے جو رفاہ عامہ کی راہ ہموار کرسکے۔

حضرت زینب کا وصال مدینہ منورہ کے غریبوں، فقیروں اور مسکینوں کے لیے ناقابل تلافی نقصان تھا کہ آپ ان کی پناہ گاہ تھیں۔

۵-ام المؤمنین حضرت زینب بنت خزیمہ

ام المؤمنین حضرت زینب بنت خزیمہ پہلے عبداللہ بن جحش کے عقد میں تھیں جو غزوہ احد میں شہید ہوئے تھے۔ان کی شہادت کے بعد آپ ﷺ سے نکاح ہوا لیکن صرف دو تین ماہ کے بعد ہی انتقال کیا۔[33]

حضرت زینب بنت خزیمہ بڑی رحم دل، منکسر المزاج، اور سخی تھیں۔ آپ ہمہ وقت دوسروں کی مدد کے لیے تیار رہتی تھیں اور ہمیشہ آپ اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیا کرتی تھیں۔ فقراء اور مساکین کے ساتھ فیاضی کی وجہ سے زمانہ جاہلیت میں ان کی کنیت ام المساکین مشہور ہو گئی تھی۔[34]

اگرچہ آپ کا بچپن بڑے ناز و نعم میں گذرا لیکن اس دور کی دوسری بچیوں کی بہ نسبت آپ بڑی منفرد تھیں۔ بچپن ہی سے انھیں غریبوں، مسکینوں اور فاقہ مستوں کو کھانا کھلانے کا بڑا شوق وذوق تھا۔جب تک وہ کسی کو کھانا نہ کھلا لیتیں انھیں سکون محسوس نہ ہوتا۔ان کے باپ خزیمہ کا شمار اس زمانے کے بڑے رئیسوں میں ہوتا تھا۔اس کے پاس کسی چیز کی کمی نہ تھی۔ باوجود اس دولت وثروت کے حضرت زینب بنت خزیمہ کے اندر بچپن ہی سے عاجزی، انکساری اور فیاضی کی صفت پائی جاتی تھی۔اسی وجہ سے زمانہ جاہلیت سے ہی لوگ آپ کی اس صفت کی وجہ سے آپ کو ام المساکین کے لقب سے یاد کرنے لگے تھے۔

ابن ہشام لکھتے ہیں:

وكانت تسمّى أم المساكين لرحمتها إياهم ورقتها عليهم. [35]

''حضرت زینب بنت خزیمہ کو لوگوں پر ان کی رحم دلی اور نرمی کی وجہ سے ام المساکین کہا جاتا تھا۔''

طبرانی نے ابن شہاب الزہری سے روایت کیا ہے کہ جب حضور ﷺ نے زینب بنت خزیمہ الہلالیہ سے

نکاح فرمایا،اس وقت بھی ان کی کنیت ام المساکین تھی۔ یہ نام اور کنیت بوجہ کثرت سے غرباء اور مساکین کو کھانا کھلانے سے مشہور تھیں۔[36]

حضرت زینب بنت خزیمہ وہ ام المومنین تھیں جو بچپن ہی سے غریبوں اور مسکینوں کو کھانا کھلا کر بڑی راحت اور خوشی محسوس کرتی تھیں۔ بڑی فیاضی کا مظاہرہ کرتی تھیں اگر خاندان کے کسی فرد نے روکا بھی تو اس کی پرواہ نہ کی کیونکہ جانتی تھیں کہ اس سے رزق میں کمی نہیں ہوتی لہذا سب لوگ انہیں ام المساکین کے لقب سے یاد کرتے اور یہی نام زباں زد عام وخاص ہو گیا۔

علامہ ابن عبد البر نے لکھا ہے:

يقال لها: أم المساكين لكثرة إطعامها المساكين وصدقتها عليهم. [37]

۔حضرت ریطہ

آپ عبداللہ کی بیٹی اور ابن مسعود کی بیوی ہیں اور ان کی ام ولد ہیں۔انہوں نے بارگاہ نبوی ﷺ میں عرض کیا: یارسول اللہ! میں ایک صنعتکار عورت ہوں اور اپنی مصنوعات کو فروخت کرتی ہوں اور میرے پاس اور میری اولاد کے پاس کچھ نہیں ہے اور میں نے آپ ﷺ سے سوال کیا کہ کیا میں اپنے شوہر اور اپنی اولاد پر خرچ کر سکتی ہوں؟ تو آپ ﷺ فرمایا:

لک في ذالک أجر ما أنفقت عليهم. [38]

''تمہیں ان پر خرچ کرنے کا اجر ملے گا۔''

مندرجہ بالا روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابیات خود کماتی بھی تھیں اور اپنے شوہر اور گھر والوں کے ساتھ مالی معاونت بھی کیا کرتی تھیں۔ لہذا عصر حاضر میں ضرورت اس امر کی ہے کہ ان صحابیات کی زندگی کا مطالعہ کر کے ان کو مشعل راہ بنایا جائے اور خواتین کو بھی رفاہ عامہ کے کاموں میں حصہ لینے دیا جائے۔

۔حضرت امیمہ: حضرت ابوہریرہ کی والدہ محترمہ

قرون اولی کی خواتین ایثار وقربانی کا پیکر تھیں۔وہ رفاہ عامہ کے کاموں میں بھرپور حصہ لیتی تھیں خود بھوکا

رہ کر اور تھوڑا کھا کر بھی گزارہ کر لیتی تھیں لیکن دوسروں کو پر تکلف کھانے پیش کرتیں۔ حضرت ابوہریرہ کی والدہ محترمہ حضرت امیمہ نے ایک مرتبہ مسلمانوں کو کھانا کھلایا جن میں روٹیاں، کچھ زیتون اور کچھ تیل اور نمک اس سے پہلے خود کھجور اور پانی پر گزارہ کرتی تھیں۔

۔ایک صحابیہ کا طرز عمل

صحیح بخاری میں ایک خاتون کا ذکر ہے جو اپنے کھیتوں میں چقندر بوتی اور جمعہ کے دن ان کا سالن بنا کر صحابہ کرام کو کھلاتیں۔ حضرت سہل بیان فرماتے ہیں:

كَانَتْ فِينَا امْرَأَةٌ تَجْعَلُ عَلَى أَرْبِعَاءَ فِي مَزْرَعَةٍ لَهَا سِلْقًا فَكَانَتْ إِذَا كَانَ يَوْمُ جُمُعَةٍ تَنْزِعُ أُصُولَ السِّلْقِ فَتَجْعَلُهُ فِي قِدْرٍ ثُمَّ تَجْعَلُ عَلَيْهِ قَبْضَةً مِنْ شَعِيرٍ تَطْحَنُهَا فَتَكُونُ أُصُولُ السِّلْقِ عَرْقَهُ وَكُنَّا نَنْصَرِفُ مِنْ صَلَاةِ الْجُمُعَةِ فَنُسَلِّمُ عَلَيْهَا فَتُقَرِّبُ ذَلِكَ الطَّعَامَ إِلَيْنَا فَنَلْعَقُهُ وَكُنَّا نَتَمَنَّى يَوْمَ الْجُمُعَةِ لِطَعَامِهَا ذَلِكَ. (39)

''ہم میں ایک عورت تھی جو نہر کے کنارے اپنے کھیت میں چقندر بویا کرتی تھی جب جمعہ کا دن ہوتا تو وہ چقندر نکال کر انہیں ہنڈیا میں ڈال کر پکاتی تھی اور اس پر مٹھی بھر جو کا آٹا پیس کر ڈال دیتی گویا چقندر اس میں بوٹیوں کا کام دیتے تھے۔ ہم ہر جمعہ کی نماز کے بعد اس پر سلام کرتے وہ یہ کھانا ہمارے سامنے لاتی اور ہم چٹ کر جاتے۔ ہمیں اس کھانے کی وجہ سے جمعہ کے دن کا بہت خیال رہتا تھا۔''

عصر حاضر میں لوگوں کا سب سے بڑا مسئلہ خوراک کا ہے۔ خود کما کر اللہ تعالی کے دیئے ہوئے رزق سے عام لوگوں کے رفاہی امور پر خرچ کرنا حضور ﷺ کے تربیت یافتہ صحابہ کرام کا خاصہ تھا۔ رفاہی امور کی انجام دہی میں خواتین صحابیہ رضی اللہ عنہن بھی پیش پیش تھیں۔

۔حضرت اسماء بنت ابی بکر

رفاہ عامہ میں نمایاں کردار ادا کرنے والی صحابیات میں سے ایک نام حضرت اسماء بنت ابی بکر کا ہے۔ سیرت نگاروں کو ان کے اس وصف کا خصوصی طور پہ تذکرہ کیا ہے۔ سعید اختر یوسفی لکھتے ہیں:

''حضرت اسماء بہت سخی تھیں فیاضی اور سخاوت جو عربوں کا اصلی جوہر ہے ان کے مزاج میں بہت زیادہ تھا

اپنے بچوں کو ہمیشہ وعظ و نصیحت کیا کرتی تھیں کہ اپنا مال دوسروں کے کام نکالنے اور ان کی مدد کرنے کے لیے ہوتا ہے نہ کہ جمع کرنے کے لیے آپ اپنے اہل وعیال کو فرماتی تھیں۔

أنفِقن وتصدَّقن، ولا تنتظرن الفضل؛ فإنكنَّ إن انتظرتن الفضلَ لم تفضلن شيئًا، وإن تصدقتنَّ لم تجدن فَقْدَه''(40)

خرچ کرو اور صدقہ کیا کرو اور خوشحالی کا انتظار نہ کرو۔ اگر تم خوشحالی کا انتظار کرتے رہو گے تو خوشحالی نہیں آئے گی۔ اگر تم خرچ کرو گے تو مال کبھی ختم نہیں ہو گا۔

صحیح مسلم میں روایت ہے کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر ایک مرتبہ حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ! میرے پاس تو اس مال کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے جو زبیر مجھے دیتے ہیں، اگر میں اس مال سے کچھ خرچ کروں تو کیا مجھے گناہ ہو گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

ارْضَخِي مَا اسْتَطَعْتِ وَلَا تُوعِي فَيُوعِيَ اللَّهُ عَلَيْكِ(41)

''جس قدر دے سکو دو اور جمع نہ کرو ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تمہارے معاملے میں جمع کر کے رکھے گا۔''

۔حضرت زینب بنت معاویہ

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا زوجہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں مسجد میں تھا کہ نبی کو یہ کہتے ہوئے دیکھا، آپ نے فرمایا: "عورتو! تم صدقہ کرو اگرچہ زیورات ہی سے کیوں نہ ہو۔" حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے شوہر عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان یتیم بچوں پر خرچ کرتی تھیں جو ان کی پرورش میں تھے۔ انھوں نے اپنے شوہر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ آپ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کریں آیا میرے لیے یہ کافی ہے کہ میں تم پر اور ان یتیم بچوں پر خرچ کروں؟ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: تم خود ہی رسول اللہ ﷺ سے اس کے متعلق دریافت کر لو، چنانچہ میں نبی ﷺ کے پاس گئی اور آپ کے دروازے پر ایک انصاریہ عورت کو پایا۔ اس کی حاجت بھی میری حاجت جیسی تھی۔ اتنے میں ہمارے پاس سے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ گزرے تو ہم نے

کہا کہ نبی ﷺ سے دریافت کرو، آیا میرے لیے یہ کافی ہے کہ میں اپنے شوہر اور ان یتیم بچوں پر خرچ کروں جو میری پرورش میں ہیں؟اور ہم نے یہ بھی کہا کہ آپ سے ہمارا ذکر نہ کرنا۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اندر گئے اور آپ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا: "وہ دو عورتیں کون ہیں:" بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہے، آپ نے دریافت فرمایا: "کون سی زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی۔آپ نے فرمایا:

نَعَمْ لَهَا أَجْرَانِ أَجْرُ الْقَرَابَةِ وَأَجْرُ الصَّدَقَةِ۔(42)

ہاں !اس کے لیے دو اجر ہیں۔ایک قرابت داری(صلہ رحمی) کا ثواب اور دوسرا صدقے کا اجر۔

صحابیات خدمت خلق کے جذبے سے اس قدر سرشار تھیں نہ صرف سالانہ اور ماہانہ بنیاد پر غرباء کی کفالت کرتیں اور صدقہ و خیرات کرتیں بلکہ غرباء کے بچوں کی پرورش کرتیں ان کے نان و نفقہ کا خیال رکھتیں یہاں تک کہ ان کی شادی کے فرائض بخوبی سرانجام دیتیں۔ صحابیات رضی اللہ عنہن کے اسوہ سے عصر حاضر میں خواتین کو جو راہنما اصول ملتے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

1. صحابیات رضی اللہ عنہن میں بھی صحابہ کرام کی طرح انفاق فی سبیل اللہ کا جذبہ بہت زیادہ تھا۔
2. صحابیات رضی اللہ عنہن عملاً خدمت خلق کے امور اور حسب ضرورت تجارتی امور سرانجام دیتی تھیں۔
3. پس عصر حاضر میں بھی خواتین حسب ضرورت تجارت کر سکتی ہیں جس سے وہ اپنے خاندان پر خرچ کر سکتی ہیں۔
4. خواتین جنگ اور ہنگامی حالات میں مریضوں کی خدمت اور دیگر امور میں معاونت کر سکتی ہیں۔
5. عصر حاضر میں بھی خواتین خدمت خلق کے ایسے ہی جذبے سے سرشار ہوں تاکہ معاشرے کی بے حسی کا خاتمہ ممکن ہو۔

مصادر و مراجع

([1]) بخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ. ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء. الصحیح، کتاب فضائل الصحابہ، باب اسلام ابی ذر، ۳: ۱۴۰۱، دار القلم، رقم: ۳۸۶۱، بیروت. لبنان+دمشق، شام۔
([2]) بخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ. ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء. الصحیح، کتاب فضائل الصحابہ، باب اسلام ابی ذر، ۱: ۳۱، دار القلم، رقم: ۵۷، بیروت. لبنان+دمشق، شام۔
([3]) احمد بن حنبل، ابو عبداللہ بن محمد. ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء، المسند، ۲: ۳۶۱، المکتب الاسلامی ، رقم: ۸۷۱۷) بیروت، لبنان۔
([4]) مسلم، ابو الحسین ابن الحجاج بن مسلم بن ورد قشیری نیشاپوری، س ن، الصحیح، 1506/3، دار احیاء التراث العربی، رقم: 1895، بیروت، لبنان ۔
([5]) ابن ماجہ، ابو عبداللہ محمد بن یزید قزوینی، ۱۹۹۸ء۔ السنن، 1083/2، دار الکتب العلمیہ، الرقم: 3251، بیروت، لبنان
([6]) بخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ، ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء، الصحیح، کتاب فضائل الصحابہ، باب اسلام ابی ذر، 1: 3، دار القلم، رقم: 12، بیروت. لبنان+دمشق، شام۔
([7]) ابو داود، سلیمان بن اشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد ازدی سجستانی۔ ۱۹۹۴ء، السنن، 130/2، دار الفکر، الرقم: 1682، بیروت، لبنان۔
([8]) سورۃ الدھر، ۷۶: ۸-۹۔
([9]) ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد کنانی، ۱۹۹۲ء. لسان المیزان، 7/600-604، مؤسسۃ الأعلمی للمطبوعات، الرقم: 11086، بیروت، لبنان ۔
([10]) ابن ہشام، ابو محمد عبد الملک حمیری. ۱۴۱۱ھ، السیرۃ النبویۃ، 264/2، دار الجیل، بیروت، لبنان۔
([11]) (طالب ہاشمی، س ن، ص: ۳۶)
([12]) رازق الخمیس، ۱۹۵۵ء. مسلمانوں کی مائیں، 87، عصمت بک ڈپو، کراچی، پاکستان۔
([13]) ابن سعد، ابو عبداللہ محمد، ۱۹۷۸ء۔ الطبقات الکبری، 113/1، دار الفکر، بیروت، لبنان۔
([14]) ذہبی، شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان. ۱۹۹۷ء. سیر أعلام النبلاء، 117/2، دار الفکر، بیروت، لبنان۔
([15]) طاہر القادری، ڈاکٹر. ۱۹۹۶ء، سیرت حضرت خدیجۃ الکبری، 127، منہاج القرآن پبلی کیشنز، لاہور. پاکستان۔
([16]) بخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ. ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء. الصحیح، کتاب فضائل الصحابہ، باب اسلام ابی ذر، ۳: ۱۲۹۱، دار القلم، رقم: ۱۳۱۴، بیروت، لبنان+دمشق، شام۔
([17]) (ایضاً)
([18]) ابو نعیم، احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران اصبہانی. ۱۹۸۰ء، حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء، 27/2، دار الکتاب العربی ، بیروت، لبنان

([19])بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ. ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء. الصحیح، کتاب فضائل الصحابہ، باب اسلام ابی ذر، 1: 196، دار القلم، رقم: 286، بیروت. لبنان+دمشق، شام۔

([20])ابن جوزی، ابوالفرج عبدالرحمن بن علی بن محمد بن علی بن عبیداللہ، ۱۴۰۹ھ/۱۹۸۹ء، صفوۃ الصفوۃ، 29/2، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان۔

([21])ابن حبان، ابوحاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان. ۱۹۹۳ء. الصحیح، ۱۸۵/۱۳، مؤسسۃ الرسالۃ، الرقم: 5875، بیروت، لبنان۔

([22])حاکم، ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن محمد، 1990ء، المستدرک علی الصحیحین، 4/4، دار الکتب العلمیہ، رقم: 6713، بیروت، لبنان۔

([23])ابن عبدالبر، ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن محمد، ۱۴۱۲ھ، الاستیعاب فی معرفۃ الأصحاب، 1827/4، دار الجیل، الرقم: 3394، بیروت. لبنان

([24])ابن سعد، ابوعبداللہ محمد، ۱۹۷۸ء۔ الطبقات الکبری، ۵۶/۸، دار الفکر، بیروت، لبنان۔

([25])ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد کنانی، ۱۹۹۲ء. لسان المیزان، 668/7، مؤسسۃ الأعلمی للمطبوعات، الرقم: 11086، بیروت، لبنان ۔

([26])ابن کثیر، ابوالفداء اسماعیل بن عمر، ۱۹۹۸ء، البدایۃ والنہایۃ، 104/7، دار الفکر، بیروت، لبنان

([27])مسلم، ابوالحسین ابن الحجاج بن مسلم بن ورد قشیری نیشاپوری. س ن. الصحیح، 1891/4، دار احیاء التراث العربی، رقم: 2442، بیروت، لبنان

([28])حاکم، ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن محمد، 1990ء، المستدرک علی الصحیحین، ۲۵/4، دار الکتب العلمیہ، رقم: 6775، بیروت، لبنان۔

([29])ابن کثیر، ابوالفداء اسماعیل بن عمر، ۱۹۹۸ء، البدایۃ والنہایۃ، 148/۴، دار الفکر، بیروت، لبنان

([30])بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ. ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء. الصحیح، کتاب فضائل الصحابہ، باب اسلام ابی ذر، ۲: ۵۱۵، دار القلم، رقم: ۱۳۵۴، بیروت، لبنان+دمشق، شام۔

([31])ابن عبدالبر، ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن محمد، ۱۴۱۲ھ، الاستیعاب فی معرفۃ الأصحاب، 126/۷، دار الجیل، الرقم: 3394، بیروت، لبنان۔

([32])ابن سعد، ابوعبداللہ محمد، ۱۹۷۸ء۔ الطبقات الکبری، 301،310/۳، دار الفکر، بیروت، لبنان۔

([33])حاکم، ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن محمد، 1990ء، المستدرک علی الصحیحین، ۳۶/4، دار الکتب العلمیہ، رقم: 6806،6804، بیروت، لبنان

([34])حاکم، ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن محمد، 1990ء، المستدرک علی الصحیحین، ۳۶/4، دار الکتب العلمیہ، رقم: 6805، بیروت، لبنان۔

([35])ابن ہشام، ابومحمد عبدالملک حمیری. ۱۴۱۱ھ، السیرۃ النبویۃ، 61/۶، دار الجیل، بیروت، لبنان۔

([36])طبرانی، سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر اللخمی، ۱۹۸۳ء، المعجم الکبیر، 24/۵۷، مکتبۃ العلوم والحکم، الرقم: 148، موصل، عراق۔

([37])ابن عبدالبر، ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن محمد، ۱۴۱۲ھ، الاستیعاب فی معرفۃ الأصحاب، ۱۳۰/۷، دار الجیل، الرقم: 6961، بیروت، لبنان۔

([38])طبرانی، سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر اللخمی، ۱۹۸۳ء، المعجم الکبیر، 263/24، مکتبۃ العلوم والحکم، الرقم: 667، موصل، عراق۔

([39])بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ. ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء. الصحیح، کتاب فضائل الصحابہ، باب اسلام ابی ذر، ۱: ۳۱۷، دار القلم، رقم: ۸۹۶، بیروت. لبنان+دمشق، شام۔

([40])ابن سعد، الطبقات الکبری، 8 : 19

([41])مسلم، ابوالحسین ابن الحجاج بن مسلم بن ورد قشیری نیشاپوری. س ن. الصحیح، ۷۱۴/۲، دار احیاء التراث العربی، رقم: 1029، بیروت، لبنان ۔

غریبوں کی معاشی کفالت میں صحابیات ؓ کا کردار

([42])(ماہنامہ اشراق، اکتوبر ء، ص)